ڈاکٹر رانا غلام یٰسین

استاد، شعبہ اردو، غازی یونیورسٹی، ڈیرہ غازی خان

ڈاکٹر راشدہ قاضی

ڈین فیکلٹی آف آرٹس وصدر شعبہ اردو، غازی یونیورسٹی، ڈیرہ غازی خان

خواجگان تونسہ شریف اور اقبالؔ: ایک تحقیقی مطالعہ

Dr. Rana Ghulam Yasin
Lecturer, Urdu Department,
Ghazi University, D.G.Khan
Dr. RashidaQazi
Dean, Faculty of Arts,
Ghazi University, D.G.Khan

Khawajgan of Tonsa Sharif and Iqbal: A Research Study

Hazrat Shah Muhammad Suleman Tonsvi(1769.1851)known as Peer Pathan, The founder of Khanwada i tonsa sharif was e great siant,Sofi,reformer and scholar of silsla i Chisht.He was a Khalifa of Hazrat Khawaja Noor Muhammad Maharvi Qibla i Alam.He set up his Khanqah in Tonsa sharif where he teaches and give spritual training to his Mureeds.He was also a poet.His Desendents were also scholars,Sofis and Literary persons. Khawja Allah Bakhsh Tosnvi,Khawaja sadid ul din tonsvi,Kwaja Nizam ul Din tonsvi were poets,Khawja Nizam ul Din tonsvi has relations with Allama Iqbal.Many letters of Iqbal to Khawaja Nizam Tonsvi Has published.Allama Iqbal praised Hazrat Khawja Suleman Tonsvi in his letters.Alalma Iqbal also met Khwaja Nizam Tonsvi.At the Death of Allama Iqbal Khwaja Nizam Tonsvi wrote his Marsia that published in "Ahsan".this article is a study of their relations.

شہر تونسہ شریف ڈیرہ غازی خان سے تیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے جس کی تاریخ روحانیت، علمیت اور ادب کے لحاظ سے بڑی قدیم ہے۔ اس غیر معروف گاؤں کو حضرت شاہ سلیمان تونسوی کی نسبت سے ایسی پہچان ملی کہ اس کی تاریخ ہی بدل گئی۔

پنجاب میں حضرت شاہ فخر الدین کا فیض اور چشتیہ سلسلے کا نام شاہ نور محمد مہاروی کے ذریعے پہنچا اور شاہ سلیمان تونسوی کے ذریعے اس کی تکمیل ہوئی۔ آپ بڑے برگزیدہ، عالم وفاضل اور روحانیت کا منبع تھے۔ آپ نے اس وقت پنجاب میں مسند

ارشاد بچھائی اور دبستان تونسہ کی بنیاد رکھی جب پورا صوبہ سکھوں کے قبضے میں تھا۔سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہونے کو تھا۔انگریزوں کا اقتدار سرعت سے بڑھ رہا تھا۔مسلمانوں پر مغلوبیت اور افسردگی چھائی ہوئی تھی۔آپ نے مسلمانوں کو حوصلہ دیا اور فرمایا کہ تمہارے تمام مصائب، ابتلا و پریشانی اور دکھ درد کا علاج اعمال کی درستی، قرآن وسنت کی پیروی، اخلاق و کردار کی اصلاح اور روحانی بلندی میں مضمر ہے۔آپ نے تقریباً ۶۳ سال تک علماء۔صلحا، امرا اور عامۃ المسلمین کی رہنمائی فرمائی۔

حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کی جلائی ہوئی علم وعرفاں کی شمع کے گرد دور دور سے پروانے جمع ہوئے آپ سے فیض حاصل کیا اور مختلف علاقوں میں فیض بانٹتے گئے۔

دبستان تونسہ سے فیض پا کر سیال شریف، دہلی، خیر آباد، راجپوتانہ، گڑھی افغاناں، مکھڈ شریف، مرولہ شریف، کلانچی شریف اور ریاست بہاولپور میں آپ کے خلفا نے مسند ارشاد بچھائی اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔آپ کے تقریباً ۷۰ خلفا تھے پھر ان کے خلفا در خلفا اس فیض کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ ۱۱۸۴ھ (۱۷۶۴ء) کو گڑگوجی میں پیدا ہوئے (۱) آپ کا تعلق افغان قوم کے جعفریہ (رمدانی سالارانی)

خاندان سے تھا۔آپ کے والد کا نام زکریا بن عبدالوہاب بن عمر خان بن خان محمد تھا (۲) آپ کے والد جعفر پٹھان قبیلے کے سردار تھے جن کا انتقال آپ کے بچپن ہی میں ہو گیا اس لیئے آپ کی تعلیم وتربیت والدہ ماجدہ کے زیر سایہ ہوئی۔

چار سال کی عمر میں آپ کی والدہ نے آپ کو قرآن مجید پڑھنے کے لیے بھیجا۔آپ نے ملا یوسف جعفر سے ۱۵ پارے پڑھے۔کچھ عرصہ اپنے ہی ایک ہم قوم حاجی صاحب سے پڑھے۔اس کے بعد آپ تونسہ شریف آ گئے اور میاں حسن علی سے پڑھنا شروع کیا (۳)

میاں صاحب سے آپ نے قرآن مجید کے علاوہ پند نامہ، گلستان سعدی، بوستان سعدی بھی انہیں سے پڑھیں اس کے بعد آپ لانگہ تشریف لے گئے اور مولوی ولی محمد سے فارسی درسیات کی تکمیل کی (۴) اس کے بعد آپ کوٹ مٹھن شریف خواجہ محمد عاقلؒ کے مدرسہ میں تشریف لائے۔یہاں آپ نے عربی اور منطق کی مشہور کتاب قطبی کے علاوہ فقہ پر بھی عبور حاصل کیا (۵)

آپ نے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قبلہ عالمؒ کی بیعت کی اور انہوں نے آپ کو حضرت سید جلالؒ کے مزار کے سرہانے لے جا کر مرید کیا (۶)

۱۱۹۹ھ میں آپ بیعت ہوئے اور ۶ برس تک اپنے مرشد سے فیض حاصل کیا خود ای جگہ فرمایا

''مارا صحبت ظاہری حضرت قبلہ عالم شش سال یا کم بود'' (۷)

بیعت کے وقت آپ کی عمر ۱۵۔۱۶ برس تھی اور ۲۱۔۲۲ برس کی عمر میں آپ کو خلافت سے نوازا اور تونسہ شریف میں قیام کا حکم دیا۔آپ تونسہ شریف تشریف لے گئے اور ایک سرکنڈوں کی جھونپڑی بنا کر عبادت میں مشغول ہو گئے (۸) عبادت کے ساتھ ساتھ آپ نے مدرسہ کا اجرا کیا اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے لوگوں کے اعمال کی

درستی اور اخلاق و عادات کی اصلاح کے لیے جد و جہد کی۔۔لوگوں اللہ کے دروازے پر جھکایا اور اتباع رسول ﷺ کی تلقین کی۔حب دنیا سے گریز کا درس دیا۔۷ صفر ۱۲۶۷ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا ۔تونسہ شریف میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

علامہ محمد اقبال ایک پکے اور سچے مسلمان تھے۔آنحضرت ﷺ کی ذات سے ان کو بے پناہ عشق تھا۔آپ مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر کڑھتے تھے۔ان میں اتباع رسول ﷺ پیدا کرنے کے خواہش مند تھے۔جن بزرگوں مسلمانوں کی اصلاح کے لیے جد و جہد کی اقبال ان بزرگوں سے بھی عقیدت رکھتے تھے۔سلسلہ چشت کے بزرگوں نے لاکھوں لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا اور ان کی اصلاح و تربیت کے لیے جد و جہد کی۔اسی لیے اقبال ان بزرگوں پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتے تھے۔ان کے کلام میں کئی بزرگوں کا تذکرہ بھی موجود ہے۔حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے مزار پر تو اقبال نے حاضری بھی دی۔

حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ سے بھی اقبال کو بہت عقیدت تھی۔ان کے تبحر علمی، روحانیت اور ۶۰ سالہ خدمات کو اقبال نے بڑی عقیدت مندانہ نظر سے دیکھا صالح محمد صالح کے نام ۲۵ جولائی ۱۹۳۰ کو ایک خط میں لکھتے ہیں

> ” گذشتہ رات میرے ہاں بہت سے احباب کا مجمع تھا۔مسلمانان ہندوستان کی روحانیت کا ذکر تھا اور بہت سے احباب مسلمانوں کے موجودہ انحطاط سے متاثر ہو کر مایوسی کا اظہار کر رہے تھے۔اس سلسلے میں میں نے ریمارک کیا کہ جس قوم سے خواجہ سلیمان تونسوی، شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی اور خواجہ فرید چاچڑاں والے اب اس زمانے میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں اس کی روحانیت کا خزانہ ابھی ختم نہیں ہوا“(۹)

اسی طرح جب مولوی صالح محمد صالح نے سیرت حضرت سلیمان لکھنے کا ارادہ کیا تو اس کا اظہار علامہ اقبال سے کیا۔اقبال نے فرمایا کہ یہ کتاب آپ ضرور لکھیں تا کہ حضرت سلیمانؒ کے علمی اور روحانی کارنامے دنیا کے سامنے آسکیں۔آپ نے لکھا

> سیرت سلیمان ضرور لکھئے۔آپ کا اردو طرز بیان دلچسپ اور سادہ ہے۔میں سمجھتا آپ پڑھنے والے کی توجہ جذب کر سکنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں(۱۰)

حضرت خواجہ نظام الدین تونسویؒ سے بھی علامہ اقبال کو بے حد عقیدت تھی۔علامہ اقبال نے خواجہ صاحب سے ملاقات کا شرف بھی حاصل کیا۔آپ حضرت شا سلیمان تونسوی کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔آپ کا سلسلہ نسب شاہ نظام الدین محمودی سلیمانی بن خاجہ محمودؒ تونسوی بن خواجہ اللہ بخشؒ تونسوی بن خواجہ گل محمدؒ تونسوی بن حضرت شاہ سلیمان تونسوی ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۰۸ میں ہوئی(۱۱) درس محمودیہ، مکھڈی بنگلہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔آپ کے اساتذہ عظام میں حافظ عبدالرسول سلیمانی، علامہ احمد جراح، مولانا احمد بخش صادق ڈیروی اور مولانا علی گوہر شامل ہیں۔علوم شرعیہ و دینیہ کے علاوہ، علم جفر، علم رمل، علم نجوم اور علم الانساب میں مہارت تامہ رکھتے تھے(۱۲) اعلیٰ پائے کے شاعر بھی تھے، اردو، عربی اور فارسی میں لکھتے تھے آپ کے کلام مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتا رہا۔آپ ولی کامل اور عارف طریقت تھے۔طرز تحریر

،طرز گفتگو،حسن اخلاق اور طریقت اپنے والد ماجد سے ورثے میں پایا۔

دبستان تونسہ کا حقیقی مشن تبلیغ اسلام، اشاعت اسلام ،درس اسلال اور تحفظ اسلام تھا آپ نے اس مشن کو جاری رکھا۔قیام پاکستان کے ساتھ ہی حکومت پاکستان نے قیام امن اور خدمت خلق کیلئے آپ کو اعزازی مجسٹریٹ درجہ اول مقرر فرمایا(۱۳) آپ کا وصال ۷صفر ۱۳۸۵ھ (۵ جون ۱۹۶۵) کو ہوا۔(۱۴)

حضرت خواجہ نظام تونسویؒ سے علامہ اقبال کے مراسم عقیدت پر مبنی تھے اور خواجہ صاحب اقبال صاحب کا بے حد احترام کرتے تھے کیونکہ اقبال بھی تصف کے رمز شناس تھے ۔دوسرا تعلق مقصدیت سے بھر پور تھا۔اقبالؒ بھی مسلمانوں کو بیدار کرنے ،قرآن وسنت کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے ،جدید تہذیب سے دور رہنے اور ملی تشخص کو اجاگر کرنے میں مصروف کار تھے اور خواجہ صاحبؒ کو تو یہ مشن ورثے میں ملا تھا۔

علامہ اقبالؒ اور خواجہ نظام تونسویؒ کی ملاقات کے حوالے سے ڈاکٹر غلام فرید خان تذکرہ نظامؒ میں رقم طراز ہیں کہ

''منزل عشقیہ لاہور میں جب پہلی مرتبہ مفکر پاکستان علامہ اقبالؒ نے آپ کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا''سبحان اللہ! صورت وسیرت قدرت کا شاہکار ہے'' دیکھنا تونسہ شریف کے یہ بلند اقبال شہزادے ،بہت بڑے روحانی مقام کے مالک ہوں گے''(۱۵)

صالح محمد صالح ادیب کے نام لکھے گئے متعدد خطوط میں علامہ اقبال نے حضرت خواجہ نظامؒ صاحب کو مخاطب کیا سلام و پیام بھیجا اور اپنی عقیدت کا اظہار فرمایا۔۱۹ جون ۱۹۳۰ کو لکھے گئے خط میں لکھتے ہیں

''حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں سلام شوق عرض کیجیے اگر وہ کبھی لاہور کا رخ کریں تو مجھے مطلع کیجیے''(۱۶)

اقبالؒ کو حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کا رسالہ''سر السما'' چاہیے تھا تو آپ نے حضرت خواجہ کی طرف رجوع فرمایا اور ایک خط میں لکھا

''حضرت خواجہ نظام الدین صاحب سے یہ بھی معلوم کیجیے کہ آیا ان کے بزرگوں کے کتب خانے میں حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کا وہ رسالہ موجود ہے جس میں انہوں نے آسمانوں اور سیاروں کی سیر کا ذکر کیا ہے''(۱۷)

حضرت خواجہ صاحب نے بھی کتاب کی تلاش میں دلچسپی کا مظاہرہ کیا ۔اور بہاول پور خط بھی لکھا جہاں شمس الدین صاحب کا کتب خانہ تھا اور ان کا بیٹا ریاست کی ملازمت میں تھا تو علامہ صاحب نے ۲۵ جولائی ۱۹۳۰ کے لکھے گئے خط میں ان کا شکریہ یوں ادا کیا

حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں میری طرف سے خاص طور شکریہ ادا کیجیے۔میں ان کا نہایت شکر گذار ہوں کہ انہوں نے سر السما کے متعلق اس قدر دلچسپی کا اظہار فرمایا''(۱۸)

جب خواجہ صاحب کوآپ کی لکھی جانے والی تصنیف ''جاوید نامہ'' کا علم ہوا تو انھوں نے اس کتاب میں بہت دلچسپی لی اور شاید مولوی صاحب نے ایک خط میں اس کا ذکر کیا تو اقبال نے یوں جواب دیا

> ''حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیجیے جب میری کتاب ختم ہوگئی تو انشاءاللہ اس کی ایک جلد حاضر خدمت کرونگا اور مجھے یقین ہے کہ وہ بے انتہا خوش ہوں گے'' (۱۹)

علامہ صاحب مسلمانوں کے تمدن، انکے سیاسی حقوق کی حفاظت، دینی اشاعت، اخبارات ورسائل کے فروغ، اتحاد ویگانگت اور ملی احساس کی بیداری کے لیے ایک منظّم سکیم ترتیب دینا چاہتے تھے تو انکی نظر انتخاب خانقاہوں کے سجادہ نشینوں پر پڑی اوران کی قیادت کے لیے حضرت خواجہ نظام الدینؒ سے التجا فرمائی کیا نکہ اقبال یہ سمجھتے تھے کہ دین کی اشاعت اور دین کی حفاظت کے لیے سب سے زیادہ کردا ان خرقہ پوشوں نے ہی ادا کیا پے اور اب بھی وہی یہ کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ۱۸ اپریل ۱۹۳۱ کو لکھا گیا خط ہو بہو پیش کیا جاتا ہے تا کہ اقبال کی علامہ صاحب مسلمانوں کے تمدن، انکے سیاسی حقوق کی حفاظت، دینی اشاعت، اخبارات ورسائل کے فروغ، اتحاد ویگانگت اور ملی احساس کی بیداری کے لیے ایک منظّم سکیم ترتیب دینا چاہتے تھے تا انکی نظر انتخاب خانقاہوں کے سجادہ نشینوں پر پڑی اوران کی قیادت کے لیے حضرت خواجہ نظام الدینؒ سے التجا فرمائی کیا نکہ اقبال یہ سمجھتے تھے کہ دین کی اشاعت اور دین کی حفاظت کے لیے سب سے زیادہ کردا ان خرقہ پوشوں نے ہی ادا کیا پے اور اب بھی وہی یہ کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ۱۸ اپریل ۱۹۳۱ کو لکھا گیا خط ہو بہو پیش کیا جاتا ہے تا کہ اقبال کی سکیم اور خواجہ صاحب سے قیادت کرنے کی وجہ سامنے آسکے۔

> ایک مدت کے بعد یہ خط آپ کو لکھتا ہوں۔ خواجہ صاحب کو یہ خط دکھا دیں اور کامل غور و خوض کے بعد اس کا جواب لکھیں۔ اسلام پر ایک بہت بڑا نازک وقت ہندوستان میں اارہا ہے۔ سیاسی حقوق و ملی تمدن کا تحفظ تو ایک طرف، خود اسلام کی ہستی معرض خطر میں ہے۔ میں ایک مدت سے اس مسئلہ پر غور کر رہا تھا۔ آخر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں کے لیے مقدم ہے کہ ایک بہت بڑا نیشنل فنڈ قائم کریں جو ایک ٹرسٹ کی صورت میں ہو اور اس کا روپیہ مسلمانوں کے تمدن اور ان کے سیاسی حقوق کی حفاظت اور ان کی دینی اشاعت وغیرہ پر خرچ کیا جائے۔ اسی طرح ان کے اخباروں کی حالت درست کی جائے اور وہ تما وسائل اختیار کئے جائیں جو زمانہ حال میں اقوام کی حفاظت کے لیے ضروری ہیں۔ مفصل سکیم پھر عرض کردی جائے گی۔ فی الحال یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قدیم سجادوں کے نوجوان مالک ایک جامع ہو کر مشورہ کریں کہ کس طرح اس درخت کی حفاظت کی جاسکتی ہے جو ان کے بزرگوں کی کوششوں سے پھلا پھولا تھا۔ اب جو کچھ ہوگا نوجوان علما و نوجوان صوفیہ سے ہی ہوگا جن کے دلوں میں خدا نے احساس حفاظت ملی کا جذبہ پیدا کر دیا ہے خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیجیے کہ وہ ایسے نوجوان سجادہ نشینوں کو ایک جگہ جمع کرلیں۔ میں بھی حاضر ہو کر ان کی مشورت

میں مدد دونگا۔ یہ جلسہ فی الحال پرائیویٹ ہوگا'' (۲۰)

خواجہ صاحب نے بھی اقبال کے اس ملی درد کو محسوس کیا اور پاک پٹن شریف میں ایک اجتماع کا پروگرام بنایا تو اقبال نے لکھا

''میں یقیناً نہیں کہہ سکتا کہ پاک پتن شریف حاضر ہوسکوں گا مگر چونکہ خواجہ صاحب نے امید دلائی ہے اس واسطے پوری کوشش کرونگا کہ حاضر ہوں ۔۔۔۔۔۔حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں میری طرف سے شکریہ اور آداب عرض ہو۔(۲۱)

خواجہ حامد صاحب کے انتقال کے بعد جب جانشینی کا تنازعہ کھڑا ہوا تو اقبالؒ نے اس حوالے سے بھی خواجہ صاحب کی حمایت کی اور صلح ہو جانے پر بھی خط لکھا۔۲۰ مئی ۱۹۳۱ کو لکھتے ہیں

میں نے خواجہ حامد صاحب کے انتقال کی خبر اخبار میں پڑھی اور میرا خیال تھا کہ تما اختلافات کو رفع کرنے کی خاطر خواجہ صاحب کو ان کا جانشین تسلیم کرلیا جائے گا'' (۲۲)

جب خواجہ صاحب پر ان کے آباؤ جداد کے مزارات کی زیارت بند کر دی گئی تو اقبال نے ہمدردانہ خط لکھا اور ڈپٹی کمشنر ڈیرہ غازی خان کے متعلق معلومات مانگی تا کہ اس مسئلے پر اس سے بات کرسکیں لکھتے ہیں

مجھے اس بات سے دلی رنج ہوا کہ خواجی صاحب پر ان کے مقدس جد کے مزار کی زیارت بند کر دی گئی ہے۔اس تنگ دلی پر ہزار افسوس۔مگر میں خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرونگا کہ وہ اس مصیبت عظمیٰ پر صبر کریں۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کا خاتمہ کر دے گا اور ان پر ظلم کرنے والے ذلیل وخوار ہوں گے۔اس امر کے متعلق جو کچھ مدد خواجہ صاحب کے خیال میں، میں کرسکتا ہوں اس کے لیے دل وجان سے حاضر ہوں۔آپ بڑی خوشی سے تشریف لائیے۔ضلع ڈیرہ غازی خان کے ڈپٹی کمشنر صاحب کون ہیں بزرگ ہیں ان کے نام سے مطلع فرمائیے ''(۲۳)

مولانا خان محمد چشتی اقبال اور خواجہ صاحب کے تعلقات کے بارے میں لکھتے ہیں:

علامہ صاحب حضرت خواجہ سے بے حد محبت کرتے تھے۔متعدد مرتبہ حضرت کی ہمراہی میں علامہ کے حضور جانا ہوا۔اطلاع ملتے ہی فوراً استقبال کے لیے گھر سے باہر تشریف لے آتے۔درحقیقت ان حضرات کے موقف اور پروگرام میں یکسانیت پائی جاتی ہے علامہ صاحب ملت اسلامیہ کی عظمت رفتہ کو واپس لانے کے لیے جہاد میں مصروف تھے اور خواجہ صاحب کی جدوجہد کا بھی یہی حال تھا۔جس طرح دیو افرنگ کو علامہ صاحب مسلمانوں کے لیے سم قاتل سمجھتے تھے۔اسی طرح خواجہ صاحب کا وہی تصور تھا۔آنجہانی مرزا قادیانی کو علامہ صاحب مرتد جانتے اور مانتے تھے۔بالکل یہی نظریہ خواجہ صاحب کا بھی تھا۔بس اتنی سی بات ہے کہ وہ ستارہ مشرقی کونے پر طلوع ہوا اور یہ انجم طریقت کوہ سلیمان کی تیرہ وتاریک وادی سے ابھرا(۲۴)

اقبال کے انتقال پر خواجہ صاحب نے ''عقیدت کے آنسو'' کے عنوان سے ایک نظم لکھی جو علامہ اقبال کی خدمات کا اعتراف اور ان کی شخصیت پر بڑا خوبصورت تبصرہ بھی ہے خواجہ صاحب لکھتے ہیں

ارتقائے آدم خاکی کی ہے تمہید موت
زندگی فانی ہے اور ہے زندہ جاوید موت
ظلمت شب میں مسافر کے لیے خورشید موت
کائنات دہر کے آرام کی تردید موت
موت ساز زندگی کا نغمہ خاموش ہے
انجلائے روح بن کے روح میں روپوش ہے
دیدہ ہستی ہے ظاہر میں حقیقت میں نہیں
حادثات غم پہ خاموشی مرا آئیں نہیں
گفتنی احوال جان مضطر و غمگیں نہیں
اب کسی پہلو دل مجروح کو تسکیں نہیں
''ابر رحمت دامن از گلزار من بر چید و رفت
اندکے بر غنچہ ہائے آرزو بارید و رفت''
غرق خوں کر دے مجھے اے دیدہ خونابہ بار
کیف غم نے کھو دیا ہے زندگی کا اعتبار
ہر نفس سینے میں کیا ہے ایک تیغ آبدار
دامن امید ملت ہو گیا ہے تار تار
ہو گیا ہے ترجمان ملت بیضا خموش
جس کے ہنگاموں سے تھی چشم جہاں حیرت فروش
کون چھیڑے گا محبت آفریں نغموں کا ساز
کون سمجھائے گا ہم کو فطرت ہستی کا راز
گرمئی گفتار سے اب کس کی ہوں گے دل گداز
کس کے انداز تکلم پر کرے گا دہر ناز
رحلت اقبالؒ سے سارا جہاں ماتم میں ہے
یہ زمیں ماتم میں ہے یہ آسماں ماتم میں ہے(۲۴)

حواشی

۱۔ محمد حسین للہی، ڈاکٹر، نافع السالکین، اشرف پریس لاہور، س ن، ص ۱۱

۲۔ مولوی اللہ بخش، خاتم سلیمانی، خادم التعلیم پریس، لاہور، ۱۳۲۵ھ، ص ۱۵

۳۔ ایضاً، ص ۲۰

۴۔ ایضاً، ص ۲۷

۵۔ ایضاً، ص ۲۹

۶۔ ایضاً، ص ۳۱

۷۔ ایضاً، ص ۴۰

۸۔ ذکر حبیب، ص ۲۸۲

۹۔ مظفر حسین برنی، مرتب، کلیات مکاتیب اقبال، جلد سوم، اردو اکادمی، دہلی، ۱۹۹۳، ص ۱۳۶

۱۰۔ ایضاً،

۱۱۔ ڈاکٹر غلام فرید، تذکرہ حضرت نظام الدینؒ، انجمن فروغ فنون اسلامی پاکستان، ڈیرہ غازی خان، ۱۹۸۷، ص ۱۲۵

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۴۶

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۵۷

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۳۰

۱۵۔ ایضاً، ص ۲۶۶

۱۶۔ کلیات مکاتیب اقبال، جلد سوم، ص ۱۲۶

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۲۰

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۳۵

۱۹۔ ایضاً، ۱۳۶

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۹۴

۲۱۔ ایضاً، ص ۲۰۲

۲۲۔ ایضاً، ص ۲۰۶

۲۳۔ ایضاً، ص ۲۲۰

۲۴۔ شیخ غلام محمد نظامی، خواجہ نظام الدینؒ اور اقبال ہفت روزہ ''الشمس'' ملتان، ۲۱ تا ۳۰ اپریل، ۱۹۸۸

۲۴۔ احسان، اقبال نمبر ۳۰ مئی ۱۹۳۸، ص ۷، بحوالہ علامہ اقبال اور ڈیرہ غازی خان از ہاشم شیر خان